حسان بن ثابت رضؓ

از جناب مولوی عبدالرحمن صاحب پرواز اصلاحی بمبئی

اسلام سے پہلے شاعری کے میدان میں عربوں کا کوئی حریف نہ تھا۔ عہد جاہلیت میں فصاحت (دور اور لفاست کے ساتھ اظہارِ خیال کی صلاحیت) تیراندازی، اور شہسواری مہذب انسان کے تین بنیادی لوازم سمجھے جاتے تھے، عربی زبان اپنی نادر ترکیبوں کی بدولت ایک جامع اور لطیف طرزِ خطابت کے سانچے میں بڑی خوبی کے ساتھ ڈھل گئی تھی۔ اسلوب بیان کی جو والہانہ قدر و منزلت اس دور میں عربوں کے یہاں پائی جاتی ہے ویسی دنیا کی کسی قوم میں نظر نہیں آتی۔ اور نہ دنیا کی کسی قوم کا دل و دماغ قوتِ الفاظ سے اس طرح اثر پذیر ہو سکتا ہے، جس طرح عربوں کا۔ بدویوں کا ایک ہی ثقافتی اثاثہ تھا اور وہ تھا ان کا شاعرانہ ذوق۔ جوں جوں شاعری کو فروغ ہوتا گیا شاعر معاشرے کے گوناگوں مشاغل میں حصہ لینے لگا۔ میدانِ کارزار میں اس کی زبان اس قوم کی بہادری کی طرح اپنے جوہر دکھاتی تھی۔ امن کے زمانے میں وہ اپنے آتش بار اشعار کی بدولت نظمِ عالم کے لئے خطرہ بن سکتا تھا۔ اس کا قصیدہ قبیلہ کو آمادہ عمل کرنے کے لئے ایسا ہی ابھارا کرتا تھا۔ جیسے آجکل سیاسی محاذ پر شعلہ بیان مقرر کی تقریریں عوام کو ابھارتی ہیں۔ شعراء اس دور میں صحافتی نمائندے یعنی جرنلسٹ کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ ان کی حمایت و اعانت بیش بہا تحفوں کے ذریعہ حاصل کی جاتی تھیں۔ ان کے قصیدے لوگ زبانی یاد کر لیتے اور ایک دوسرے سے اس کی روایت کرتے رہتے تھے، اس طرح یہ قصیدے

تشہیر کا ایک انمول ذریعہ ہوتے تھے، شاعر بیک وقت رائے عامہ کا نمائندہ اور اس کا بنانے والا ہوتا تھا۔ قطع اللسان یعنی زبان کاٹ دینے کی اصطلاح شاعر کا منہ بند کرنے اور اس کی ہجو سے بچنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

اسلام کی آمد کے بعد عربوں کی زندگی میں ایک نیا انقلاب آیا۔ توحید کا تصور بلا انداز فکر میں تبدیلی آئی قبائلی زندگی کے احصار سے نکل کر ان میں ایک وسیع فضائی اسلام کے آفاقی تصور کے ساتھ عربوں کی شاعری کا انداز بھی بدلا۔ رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شعر وادب کا کون اداشناس ہو سکتا تھا۔ آپ افصح العرب تھے۔ آپ اس رمز کو اچھی طرح جانتے تھے کہ شاعری بھی ایک طرز ساحری ہے۔ وہ قوموں کو جگا بھی سکتی ہے سلا بھی سکتی ہے وہ انفرادی سیرتیں بگاڑ بھی سکتی ہے اور بنا بھی سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس فصیح و بلیغ انسان کے ارد گرد اچھے اور باکمال شعراء بھی اکٹھا ہو گئے۔

بزم رسالت میں شریک ہونیوالوں میں جس جلیل القدر شاعر نے اسلام کی حمایت و مدافعت میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ وہ حضرت حسان رضؓ بن ثابت انصاری ہیں۔ حسان پُر گو اور فطری شاعر تھے۔ بدیہہ گوئی اور فصاحت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ شاعری کئی پشتوں تک ان کے خاندان میں رہی۔ ان کی حیثیت اپنے خاندان میں ایسی تھی جیسے خوبصورت موتیوں کے ہار میں کوہ نور ہیرا۔ جاہلیت کے مروجہ اصناف سخن میں کوئی صنف ایسی نہ تھی جس پر وہ قادر نہ ہوں۔ مدح و ہجا، فخر و تشبیب، مرثیہ و وصف سب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جزالت کلام اور پر شکوہ الفاظ کے استعمال میں نمایاں درجہ رکھتے تھے۔ بڑے بڑے قادر الکلام شاعروں سے خراج تحسین حاصل کیا، اور بڑے بڑے شاعرانہ معرکے سر کئے۔ جب وہ کسی کی مدح یا ہجو میں شعر کہتے تو وہ برقی کی طرح سارے عرب میں مشہور ہو جاتے۔

مخالفین اسلام کا جب کچھ زور نہ چلا تو انھوں نے شاعری کے حربہ سے کام لیا

نبی اکرمؐ اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار شائع کرنا شروع کردیئے۔ ان کے اشعار سے جب مسلمانوں کو زیادہ اذیت پہونچنے لگی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"کیا جن لوگوں نے اسلام کی اپنے اسلحہ کے ذریعہ سے مدد کی ہے وہ اپنی زبان سے اس کی مدافعت نہیں کرسکتے؟" حضرت حسانؓ یہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور جس طرح کوئی بہادر سپاہی عہدِ جانبازی کے لئے شمشیر و سناں اپنے سردار کی خدمت میں پیش کرتا ہے انھوں نے اپنی زبان نکال کر آنحضرتؐ کو دکھائی۔ اور بڑے جوش کے ساتھ کہا "رسول خدا! میں اس خدمت کے لئے تیار ہوں۔ خدا کی قسم مجھے بصرائے شام اور صنعائے یمن کے درمیان اُس کلام سے زیادہ کوئی پسند نہ ہوگا جو دشمنان رسالت کے جواب میں ہو"

بالآخر وہ اسی خدمت پر مامور ہوئے۔ خدا نے ان کی زبان میں ایسی قدرت بخشی تھی جس نے دشمنانِ اسلام کے دانت کھٹے کردیئے مخالفین اسلام کا سرنیچا کرنے کے لئے انھوں نے فنِ ہجو گوئی سے خوب کام لیا۔ عرب میں یہ صنف سخن بہت زیادہ مقبول اور موثر تھی۔ حسان اس فن میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ رسول اکرمؐ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ "ان کے اشعار مخالفینِ اسلام پر تیر سے زیادہ ضرب کاری لگاتے ہیں۔" ان کے طنز و تعریض کا مقصد یہ تھا کہ غلط نظامِ حیات کے جو مذموم اثرات شخصیتوں پر پڑے ہیں انھیں بے نقاب کیا جائے۔

زمانۂ جاہلیت کی خوشامد آمیز مداحی، بدگوئی، سب و شتم، تکلیف دہ اور دلآزار ہجو، فحاشی و عریانی، تعلی و مفاخرت، شراب و کباب اور رہائش در رنگ کے موضوعات کے بجائے اب ان کی شاعری کا رخ بدل گیا۔ رسول اکرمؐ کی مدح و ثنا، اہلِ ایمان اور مہاجرین و انصار کی تعریف و توصیف، راہِ خدا میں شہادت پانے والوں کے مرثیے، اعمال صالحہ کی ترغیب امر بالمعروف و نہی عن المنکر اب ان کے

مقصدِ شاعری قرار پائے۔ جذبات میں پاکی آئی، افکار عظیم ہوگئے، زبان اور زیادہ پُر اثر اور شیریں بن گئی۔ اسلوب سادہ اور پر کیف ہوگیا صداقت پسندی اور واقعیت کا دور شروع ہوگیا اور ان کی تمام شاعرانہ صلاحتیں خدمتِ اسلام کے لئے وقف ہوگئیں۔

رسول اکرمؐ کے شعراء میں حضرت حسان بن ثابت کو سب سے اونچا مقام حاصل تھا اسی لئے "شاعرِ رسول" کے معزز لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ اتنا بڑا اعزاز تھا جو دنیا کے کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہ ہوا شہنشاہ کونین کے دربار میں بہت سے قادر الکلام اور برجستہ گو شعراء موجود تھے۔ لیکن جو سعادت حضرت حسان کے حصہ میں آئی کسی دوسر کے حصہ میں نہ آسکی ا انھیں عرب کے شعراء میں تین امتیازی خصوصیات حاصل تھیں۔

(۱) زمانۂ جاہلیت میں وہ قبیلہ اوس و خزرج کے شاعر سمجھے جاتے تھے۔

(۲) عہدِ رسالت میں وہ دربارِ رسالت کے خاص شاعر قرار دیئے گئے۔

(۳) عہدِ خلافت میں وہ سارے یمن و قحطان کے شاعر تسلیم کئے گئے۔

یہ مسئلہ کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون تھا؟ مشکل اور تقریباً لاینحل ہے۔ ہر ناقدِ ادب نے اپنے مذاق اور رجحان کے مطابق جس کو بہتر سمجھتا ہے اس کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ شعرائے متقدمین میں فرزدق، امرؤ القیس کو اشعر العرب سمجھتا تھا۔ جریر کے خیال میں نابغہ عرب کا سب سے بڑا شاعر تھا۔ اخطل کی رائے میں اعشیٰ اشعر الشعراء تھا۔ ذوالرمہ۔ لبید کو بڑا شاعر سمجھتا ہے۔ ابن مقبل کی رائے میں طرفہ سب سے بڑا شاعر ہے۔ کمیت کا کہنا ہے کہ عمرو بن کلثوم زمانۂ جاہلیت کا سب سے زیادہ عظیم شاعر ہے۔ لیکن اس بات پر کم سے کم علماء ادب کا اتفاق ہے کہ شعراء مخضرمین (جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پانے والے شاعروں) میں حسانؓ سے بڑا شاعر کوئی نہ تھا۔ آپ کو "اشعر اہل المدر" بھی کہا کرتے تھے۔ یعنی مکہ۔ مدینہ اور طائف وغیرہ کے شاعروں میں آپ کا مرتبہ سب سے بلند تھا۔

جاہلیت کے شعراء ہوں یا اسلامی دور کے، عام طور سے ان کی ابتدائی زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا رواج کم ہونے کی بنا پر راویوں نے اپنی دلچسپی صرف ان کے اشعار ہی تک محدود رکھی۔ صرف ان واقعات کو یاد رکھا جو یا تو غیر معمولی اہمیت رکھتے تھے۔ یا ان کی جانب شاعر کے کلام میں واضح اشارے پائے جاتے ہیں

پیش نظر مقالہ میں تاریخ و سیرت، حدیث و تفسیر، طبقات و تراجم، رجال و تذکرے کی قدیم و جدید کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت حسان رضہ کے حالاتِ زندگی اور ان سے متعلق تفصیلات لوگوں کے سامنے آجائیں۔ اس سلسلے میں شعر و ادب کا تنقیدی ذخیرہ اور موجودہ دور میں ان کی شخصیت اور کلام پر جو کتابیں اور مقالے لکھے گئے ہیں۔ ان سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ امید ہے شعر و ادب اور تحقیق و تنقید کا ذوق رکھنے والوں کے لئے باعث دلچسپی ہوگا۔

نسبی تعلق | حسان بن ثابتؓ، انصار کے قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں جو قبیلۂ ازد کی ایک شاخ تھی۔ عرب کے علماء انساب کے نزدیک ازد بنو قحطان سے ہیں۔ اور ان کا اصلی وطن یمن ہے۔ یمن کے بیشتر قبائل اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا سلسلہ تین بڑی شاخوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ایک مازن بن الازد۔ دوسرے نصر بن الازد۔ تیسرے عمرو بن الازد۔ پھر مازن بن الازد سے کئی سلسلے نکلے جو زیادہ تر عمرو مزیقیا بن عامر بن ماء السماء سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھیں میں سے بنو عمران بن عمرو مزیقیاء، بنو جفنہ بن عمرو، بنو ثعلبہ بن عمرو اور بنو حارثہ بن عمرو بھی ہیں۔

علمائے انساب کا بیان ہے کہ جب ازد کے قبائل نے بلاد یمن سے ترکِ سکونت اختیار کی تو پہلے پہل وہ پانی کے ایک سرچشمہ "غسان" نامی پر فروکش ہوئے، یہ چشمہ زَبِید و زَمَع کے درمیان واقع تھا۔ اس چشمہ کے آس پاس سکونت اختیار کرنے کی بنا پر ان کی نسلوں کو غسانی کہا جانے لگا۔ بعض لوگوں نے اس کے دائرہ کو وسعت دی تو اس

سب کو شریک کرلیا۔ اور بعض نے اس نسبت میں مازن کے چند قبائل ہی کو شمار کیا ہے[1] لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ قبائل غسان میں اوس وخزرج ہوں یا خزاعہ کے قبائل سبھی آجاتے ہیں[2]

اس کی شہادت اس بات سے بھی ملتی ہے کہ ان دونوں قبیلوں کے شعراء نے نہ صرف اپنا انتساب اس سے کیا ہے بلکہ وہ اس پر فخر کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ حسان کہتے ہیں ؎

اما سألت فانا معشر نجب — الازد نسبتنا والماء غسان

(اگر تم پوچھتے ہو تو میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ ہم شریف خاندان والے ہیں اور ہمارا تعلق ازد اور ماءغسان سے ہے)

حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں ؎

وغسان اصلی وھم معقلی — فنعم الارومة والمعقل

(میرے اصل غسان ہیں اور وہی میرے ملجا و ماویٰ ہیں کیا ہی اچھی جڑ ہے اور کیا ہی اچھا ٹھکانا ہے)

حسان کا شجرۂ نسب ایک سلسلے سے آل جفنہ تک پہنچتا ہے جو غساسنہ کے نام سے مشہور تھے اور ملک شام پر دادِ حکمرانی دے رہے تھے۔ تو دوسرے سلسلہ سے لخمیئن سے جا ملتا ہے۔ جو عراق کے خطہ پر حاکم و والی تھے۔ کیونکہ ان سب کا مورث اعلیٰ عمرو بن عامر بن ماءالسماء تھا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حسب و نسب کے اعتبار سے عرب کے اندر اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ وہ اگر اپنے اشعار میں اس پر فخر کا اظہار

---

[1] نسب عدنان وقحطان۔ مبرد ص۲۱

[2] الانباہ علی قبائل الرواۃ ابن عبدالبر ص۱۱۱ و نہایۃ الارب فی انساب العرب قلقشندی ص۳۳۸

...نے ہیں تو اس میں وہ حق بجانب تھے۔ ممکن ہے شاہانِ غسان کی شان میں زوردار
...ائد کہنے میں ان کا یہ جذبہ بھی کارفرما رہا ہو۔ وہ ایک طرف ان سے نسبی تعلق رکھتے
...تو دوسری طرف ان کی پیہم نوازشات بھی ان پر اسی لئے تھیں کہ وہ انھیں کے نسل کے
...باکمال فرد تھے۔

حسان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے بنی مالک بن النجار تک پہنچتا ہے اور وہ
...رج ہی کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ ماہرینِ انساب ان کا سلسلۂ نسب
...طرح بیان کرتے ہیں۔

"حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک
النجار (تیم اللات) بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ ثعلبۃ العنقار بن عمرو مزیقیا بن عامر
اسمار بن حارثہ الغطریف بن امرئ القیس البطریق بن ثعلبۃ البہلول بن مازن
الازد۔" [۱]

حسان کے والد ثابت قبیلۂ خزرج کے سرداروں میں سے تھے۔ ان کے دادا
بڑی اہمیت کے مالک تھے۔ سُمیحہ کی جنگ کے موقع پر اوس وخزرج کے درمیان
...نوں فریقین کے درمیان انھیں نے ثالثی کے فرائض انجام دیئے تھے۔ [۲]
بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس موقع پر ان کے دادا نہیں بلکہ ان کے والد ہی
...قرار دیئے گئے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی تائید میں حسان کا یہ شعر پیش کرتے ہیں ؎

وابی فی سمیحۃ القائل الفاصل — یوم التفت علیہ الخصوم

(میرے باپ سمیحہ میں بے لاگ کہنے والے اور فیصلہ کن رائے رکھنے والے تھے
جس دن دشمنوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی)

---

[۱] آغانی ج ۴ ص ۱۴۳۔ [۲] طبقات الشعراء ابن سلام ص ۵۸ و جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۳۴۷

یہ مغالطہ انھیں لفظ "اَبْ" سے ہوا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ بڑی وسعت رکھتا ہے اس زمرہ میں ان کے خاندان کے تمام بزرگ آجاتے ہیں۔ یہ لڑائی حسان کے زمانہ سے بہت پہلے واقع ہو چکی تھی۔ اور ان کے دادا کا یہ کارنامہ روایتاً نقل ہوتا چلا آرہا تھا انھوں نے خود دوسری جگہ صراحت کے ساتھ دادا ہی کا نام لیا ہے چنانچہ کہتے ہیں ؎

وجدی خطیب الناس یوم سمیحۃ　　وعمّی ابن ھند مطعم الطیر خالدُ

(اور میرے دادا سمیحہ کی لڑائی کے دن لوگوں کے خطیب تھے اور میرے چچا
خالد بن ہند چڑیوں سے ضیافت کرنے والے تھے)

حسان ماں کی طرف سے بھی خزرجی ہیں۔ ان کی ماں فریعہ بنت خالد بن خُنیس تھیں ۵۳ جن کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

"خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ۔"

حسان کے لئے یہ بات کچھ کم قابل فخر نہیں ہے کہ قبیلۂ خزرج رسول اکرمؐ کے جدامجد عبدالمطلب کا ننہال تھا اگرچہ آپ قریشی تو نہ تھے مگر جناب رسالت مآب سے قرابت کا شرف ضرور رکھتے تھے۔ اگر ایک طرف آپ کے خاندان میں بڑے بڑے سردار و حکمراں گذرے تھے تو دوسری طرف دنیا کے سب سے بڑے انسان سے ایک نسبت بھی تھی۔
اپنے حریف کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الم ترنا اولاد عمرو بن عامر　　لنا شرفٌ یعلو علی کل مرتقی

(تمہیں معلوم نہیں کہ ہم عمرو بن عامر کی اولاد ہیں۔ ہمیں ایسا خاندانی شرف حاصل ہے جو ہر بلند رتبہ پر فوقیت رکھتا ہے)

---

۵۳ آغانی ۴/۴ ۱۱ میں خالد بن قیس ہے لیکن اسد الغابہ ۱۴/۲ - اور طبقات ابن سعد میں خالد بن خنیس ہی ہے۔ جمہرۃ ابن حزم ص۳۶۵ پر جہاں بنی کعب بن الخزرج کا نسب لکھا گیا ہے اس سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔

رسا فی قرار الارض ثم سمت بہ فروع تسامی کل نجم محلق

(ہماری خاندانی جڑیں زمین کی تہہ تک پہونچ گئی ہیں۔ اس سے ایسی شاخیں بلند ہوئیں جو ہر بلند ستارے کا مقابلہ کرتی ہیں)

ملوک و ابناء الملوک کاننا سواری نجوم طالعات بمشرق

(ہم میں بادشاہ اور شاہزادے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ گویا ہم چمکتے ہوئے تارے ہیں جو مشرق سے طلوع ہوتے رہتے ہیں)

اذا غاب عنها کوکب لاح بعدہ شہاب متی مایبد والارض تشرق

(جب اس کا کوئی ایک ستارہ غائب ہوا تو دوسرا نمودار ہوگیا۔ جو زمین کو برابر اپنی روشنی سے منور رکھتا ہے)

حسان کی ماں فریعہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کی بنت عم ہوتی تھیں۔ [1] حسان نے ایک شعر میں ان کا نام بھی ظاہر کیا ہے۔

امسی الجلابیب قد عزوا وقد کثروا وابن الفریعۃ امسی بیضۃ البلد

(یہ قلاش لوگ باعزت ہوگئے ہیں اور اکثریت حاصل کرلی ہے اور فریعہ کا بیٹا شہر میں منفرد اور اجنبی ہوکر رہ گیا ہے۔)

اسلام کے زمانہ تک موجود تھیں۔ اسلام لائیں۔ اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوئیں [2]

زمانہ ولادت اور عمر کا تعین | حسان کے سال ولادت اور اس کی تاریخ کا تعین بڑا دشوار ہے کیونکہ اس سلسلہ میں مورخین اور ارباب سیر نے متضاد باتیں نقل

---

[1] صحیح بخاری ۴/۵۹۵ ۔ [2] طبقات بن سعد ۵/۳۷۱

کی ہیں۔ اکثر کا خیال ہے وہ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے جس میں سے نصف تو ان کی زندگی جاہلیت کے زمانے میں گذری اور نصف اسلام میں۔ [۱]

ان لوگوں نے ان کی عمر کے بارے میں زیادہ تر اس روایت پر اعتماد کیا ہے جو حسان کی زبانی سنی گئی چنانچہ ابن اسحق کہتے ہیں کہ مجھکو سند کے ساتھ یہ روایت پہنچی ہے کہ میں سات یا آٹھ سال کا بچہ تھا۔ اس وقت جو کچھ سنتا مجھکو یاد رہتا تھا۔ میں نے سنا کہ ایک یہودی مدینہ کے ایک بلند ٹیلے پر چڑھا ہوا غل مچا رہا تھا یا معشر یہود! یا معشر یہود! یہاں تک کہ جب یہودی اس کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا خرابی ہو تجھے کیا ہوا؟ کیوں چیختا ہے؟ تو اس نے کہا آج رات وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کے طلوع ہونے کے ساتھ احمد کی ولادت ہونے والی ہے۔ [۲]

دوسری روایت میں محمد بن اسحق کہتے ہیں۔ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حسان بن ثابت کی کیا عمر تھی؟ انھوں نے کہا ساٹھ سال کی۔ اور رسول خدا کی عمر شریف اس وقت ترپن سال کی تھی۔ پس اس لحاظ سے حسان بن ثابت کی عمر آپؐ کی ولادت کے وقت سات برس کی تھی [۳]

یہی وجہ ہے کہ حسان کے تذکرہ نگار جب ان کی عمر کی تحدید کرتے ہیں تو ۵۴ھ سے آگے نہیں بڑھتے۔ بلکہ بعض تو پچاس یا چالیس یا اس سے کچھ پہلے بتاتے ہیں۔ [۴]

بعض لوگوں نے تو اس بھی کم لکھا ہے۔ اور ان کا کہنا ہے کہ ان کی عمر زیادہ سے زیادہ ایک سو چار برس کی تھی اور بس [۵]

---

[۱] آغانی ۴/۱۳۵ الشعر والشعراء ابن قتیبہ ۱/۲۶۴ - [۲] سیرت ابن ہشام ۱/۴۹

[۳] سیرت ابن ہشام ۱/۴۹ - [۴] آغانی ۴/۱۳۵ - تاریخ ابن عساکر ۴/۱۹۵ - اسد الغابہ ابن اثیر ۲/۷ - اصابہ ابن حجر ۲/۸ - سیر اعلام النبلاء ذہبی ۲/۳۷۳ - [۵] ابن عساکر ۴/۱۹۵ - اصابہ ۲/۸

مغربی محققین نے جہاں حسان کی عمر پر بحث کی ہے تو ان میں سے کچھ نے تو اسی روایت پر اعتماد کیا ہے جو حسان کی زبانی اوپر ذکر کی گئی ہے۔ ان کی روایت کی رو سے ان کی پیدائش رسول اکرمؐ کی ولادت شریف سے سات یا آٹھ برس پہلے قرار پاتی ہے اور حساب سے ان کا سن ولادت ۵۶۳ء عیسوی ہوتا ہے۔ ؎۱

نولڈیکی کے نزدیک یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ وہ اپنے اسلام لانے کے وقت ساٹھ سال کے رہے ہوں۔ اس لئے کہ حسان نے حضرت عثمانؓ کے دور میں جو درد انگیز اور جذباتی اشعار کہے ہیں بالخصوص حضرت عثمانؓ کی شہادت پر جو مرثیہ کہا ہے وہ کسی بوڑھے شخص کے نہیں معلوم ہوتے۔ اس میں جذبات کی شدت اور گرمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس بنا پر ان کے نزدیک حسان کی ولادت ۵۹۰ء عیسوی یا اس سے کچھ پہلے کی مانی جائیگی۔ اور ان کا سالِ وفات ۶۶۰ء قرار دینا ہوگا۔ نولڈیکی کے نزدیک حسان کی عمر تقریباً ستر سال ہوتی ہے۔ ؎۲ بروکلمان نے بھی نولڈیکی ہی کی تائید کی ہے ؎۳

مغربی محققین کا یہ کہنا کہ حسان کی زندگی کو ساٹھ سال جاہلیت اور سال اسلام میں برابر برابر ماننا اس لئے قابل تسلیم نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو اس بات کو لوگ صدر اسلام میں خصوصیت کے ساتھ بیان کرتے۔ اس دوران کسی قسم کا کوئی چرچا نہیں ملتا لیکن سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ایسی شخصیتوں کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے لمبی عمریں پائیں۔ یہ امتیازی خصوصیت صرف حسان ہی کی نہ تھی بلکہ خود ان کے خاندان میں تین پشتوں تک یہی حال رہا ہے۔ ان کے والد ثابت، ان کے دادا المنذر۔ اور ان کے پردادا حرام بھی اسی خصوصیت کے مالک تھے۔ اور عرب کے خاندانوں میں یہ خصوصیت

؎۱ دیکھو ۱۴ ج ۷۷) دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۲/۳۰۶ ۔ ؎۲ امراء غسان نولڈیکی ص ۴۵ ترجمہ جوزی وزریق۔ ؎۳ تاریخ الادب العربی ۱/۱۵۲ ترجمہ عبدالحلیم النجار۔

خاندان حسان کی عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ ان کی چار پشتوں میں ایک سو بیس کی عمر لوگوں نے پائی۔ [۱]

ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ۵۴ھ میں جن لوگوں نے وفات پائی ان میں حکیم بن حزام۔ حویطب بن عبد العزیٰ۔ سعید بن یربوع المخزومی اور حسان بن ثابت ہیں اور چاروں کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ جب انھوں نے وفات پائی تو ان میں سے ہر ایک کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ [۲]

ابن قتیبہ دینوری لکھتے ہیں کہ مخرمہ بن نوفل ایک سو پندرہ برس زندہ رہے اور ابن خیثمہ کے متعلق بھی یہی یقین ہے کہ وہ ایک سو چار سال تک زندہ رہے۔ [۳]

بہر حال یہ تو یقینی ہے کہ جب اسلام کی دعوت بلند ہوئی تو حسان جوانی کی سرحدوں کو پار کر چکے تھے۔ اور ادھیڑ عمر ہی میں انھوں نے اپنی گردن میں اسلام کا قلادہ ڈالا اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو آغانی نے حسان اور اعشیٰ کے سلسلہ میں ذکر کی ہے۔

دور جاہلیت میں یہ دونوں ایک میخانے میں جاتے ہیں۔ نا و نوش کے درمیان تو تو میں میں ہوتی ہے۔ تو اعشیٰ ان میں "شیخ غرم" یعنی مقروض بڈھے کے لفظ سے یاد کرتا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بڑھاپے کے آثار پیدا ہو چکے تھے، اسی طرح ان کے دیوان میں ایسے قصیدے بھی ملتے ہیں جو انھوں نے بلادِ شام کے شراب خانوں میں کہے ہیں۔ ان سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی عمر چالیس سے متجاوز ہو چکی تھی۔ چنانچہ اسی دور کا ان کا شعر ہے۔ [۵]

---

[۱] اسد الغابہ ابن اثیر ۲/۲۔ [۲] نکت العمیان فی نکت العمیان صلاح الدین خلیل ص ۱۳۵۔ [۳] المعارف ص ۱۳۶۔

وکیف ولا ینسی التصابی بعد ما تجاوز راس الاربعین والستین

اسی طرح جہاں عمرو بن الحارث اور اس کے بھائی کے تعلق سے اشعار کہے گئے ہیں ان سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ ان کی عمر کافی ہو چکی تھی۔ نولڈیکی اور بروکلمان دونوں کے قیاسات صحیح نہیں۔

مولد و منشا | حسان کی جائے پیدائش سرزمین یثرب یعنی مدینہ منورہ ہے۔ اسی کی فضا میں وہ پل کر جوان ہوئے۔ اشخاص کی جسمانی نشو ونما ہو یا ان کا ذہنی رجحان اس پر جغرافیائی و تاریخی عوامل ضرور اثر انداز ہوتے ہیں۔

یثرب حجاز کا مشہور شہر ہے اور مکہ و طائف سے شمال میں واقع ہے۔ اس کی زمین نرم اور ہموار ہے۔ شمال میں جبل احد اور جنوب میں جبل عیر ہے۔ مشرق و مغرب میں سیاہ پتھر والی زمینوں نے گھیر رکھا ہے۔ مشرقی حصہ میں اس کا سلسلہ زیادہ وسیع نہیں۔ درمیانی حصہ نہایت زرخیز ہے۔ یہ "حرہ واقم" کہلاتا ہے۔ یاقوت حموی نے یثرب کے طول وعرض کے متعلق لکھا ہے کہ مکہ سے نصف کے برابر ہے۔ [1] پانی کی فراوانی اور اپنی وادی کی شادابی کے لئے خاص شہرت رکھتا ہے۔ پانی کی آمد زیادہ تر جنوب کی طرف سے ہوتی ہے زوردار بارش جب ہوتی ہے تو سیلاب کی کیفیت رونما ہو جاتی ہے۔

یثرب کی مشہور وادیوں میں عقیق، بطحان، مہزور، مذینب، اور رقناۃ ہیں۔ اردگرد کی زمین نہایت سرسبز و شاداب ہے۔ کھجوروں کے باغات کثرت سے ہیں اور بہت سے میوہ جات بھی پائے جاتے ہیں۔ آب و ہوا سردی کے موسم میں بارش کی وجہ سے نہایت سرد ہوتی ہے اور گرمی کے دنوں میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ یثرب کے باشندوں کا زیادہ تر دارومدار کھیتی پر ہے۔ اس لحاظ سے وہ مکہ کے بالکل برعکس ہے۔

---

[1] معجم البلدان ۴/۴۵۸۔

قدیم زمانے میں یثرب کے اندر خانہ بدوش قبیلوں کی آمد و رفت شروع ہوئی تو اس کا نام یثرب ہی تھا۔ [1] بطلیموس نے بھی تقریباً اسی قسم کے ملتے جلتے لفظ (JATHRIPA) سے اسے موسوم کیا ہے۔

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کے بعد اس شہر میں ورود مسعود فرمایا اور اس میں سکونت اختیار کی تو اس کا نام "مدینۃ الرسول" پڑا۔ اور بعد میں تخفیف ہو کر مدینہ ہوگیا۔ رسول اکرمؐ نے اس کے قدیمی نام "یثرب" کہنے سے منع فرمایا کیونکہ "تثریب" کے معنی خرابی اور بگاڑ کے ہیں۔ آپ نے اسے طیبہ کے نام سے بھی پکارا ہے۔ [2]

نور الدین سمہودی نے اپنی کتاب "وفاء الوفا" میں نوے نام سے زیادہ اسکے نام گنائے اور لکھا ہے کہ "ناموں کی کثرت مسمیٰ کے شرف پر دلالت کرتی ہے اور میں نے اس شہر سے زیادہ کسی شہر کے نام نہیں پائے" [3] ان ناموں کے ساتھ ساتھ انھوں نے ہر نام کی وجہ مناسبت بھی تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ لیکن اس کا سب سے قدیم نام یثرب ہی بتاتے ہیں۔

سب سے پہلے اس شہر کو عمالقہ نے ۱۰۱۶ قبل مسیح یا ۱۲۲۲ میں مصر سے نکلنے کے بعد آباد کیا تھا۔ چنانچہ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ جس نے سب سے ابتدا میں یثرب کے اندر کھیتی باڑی کی۔ کھجور کے باغات لگائے، مکانات اور قلعے تعمیر کئے وہ عمالیق یعنی عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی۔ یہ لوگ تمام عرب میں پھیل گئے تھے۔ بحرین، عمان، اور حجاز سے لیکر شام اور مصر تک ان کے قبضے میں آگئے تھے۔ یثرب میں ان کے جو قبائل آباد تھے ان کا نام بنو ہفان، سعد بن ہفان اور بنو مطر دیل تھا۔ [4]

عمالقہ کے بعد یثرب یہود آئے۔ ان کی سکونت کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی سرکوبی سے فارغ ہو

---

[1] تاریخ قبل الاسلام جواد علی ۳/۹۵۔ [2] لسان العرب مادہ یثرب۔ وفاء الوفا ۱/۷۔ [3] وفاء الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ ۱/۷، [4] معجم البلدان جلد ۷ لفظ یثرب۔

چکے تو انھوں نے شام میں کنعانیوں کی سرکوبی کے لئے ایک فوج روانہ کی جس نے یہاں پہونچکر ان کو بالکل تباہ و برباد کردیا۔ اس کے بعد حجاز میں عمالقہ کی طرف فوج روانہ کی اور انھیں حکم دیا کہ سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے یہودیت قبول کرلی سب کو نیست و نابود کردیا جائے۔ چنانچہ عمالقہ کو کچل کر انھوں نے یثرب پر قبضہ کرلیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ علماء یہود کو توراۃ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف معلوم ہو چکے تھے۔ انھیں خصائص میں یہ بھی ذکر تھا کہ آپ کا دارالھجرۃ ایک ایسا شہر ہوگا جو دو قسم کی پتھریلی زمینوں کے درمیان نخلستانوں سے گھرا ہوگا۔ چنانچہ اسی کھوج میں وہ شام سے اور تیما کے نخلستانوں کو دیکھکر ان کا سراغ پالیا۔ اور وہیں اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔[1]

ان میں سے ایک گروہ نے یہ علامت خیبر میں پائی تو وہیں اقامت گزیں ہوگئے۔ لیکن زیادہ تر لوگوں کو یثرب کی پتھریلی زمین ہی میں یہ علامت زیادہ نمایاں طور سے محسوس ہوئی اس لئے بنو نضیر نے بطحان کو اپنا مسکن بنالیا اور وہاں آباد ہوگئے۔[2]

لیکن طبری کی روایت ہے کہ جب بخت نصر نے شام میں یہودیوں کو بالکل تباہ و برباد کردیا بیت المقدس کو منہدم اور ویران کردیا تو یہودی وہاں سے بھاگ کر حجاز میں آگئے اور اسی کے شہروں میں آباد ہوگئے۔[3]

بہر حال زیادہ صحیح یہی ہے کہ بلاد عرب کے شمالی حصے میں یہودیوں کی آمد اول مسیحی دور میں ہوئی۔ اس کے اطراف و جوانب میں پھیل کر انھوں نے جنگی مراکز اور قلعے تعمیر کئے یثرب کی زمین کو قابل کاشت پایا تو اس میں کھیتی کرنے لگے۔ اس شہر میں ان کے بیس سے زائد خاندانوں کو پھلنے اور پھولنے کا موقع ملا جس میں مشہور ترین بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع، بنو عدل اور بنو ماسلہ ہیں۔

---

[1] معجم البلدان جلد ہفتم۔ [2] وفاء الوفا ۱/۱۱۲۔ [3] وفاء الوفا ۱/۱۱۴۔

یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ پہلے وہ نشیبی حصے میں آباد ہوئے وہ علاقہ راس نہ آیا طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ دریافت حال کے لئے ایک شخص کو انھوں نے بالائی علاقے میں بھیجا۔ وہ بطحان ومہزور میں پہونچا تو اس نے ان وادیوں میں شیریں پانی کی بہتات پائی۔ چنانچہ پسند آگئی تو سب لوگ وہاں سے کوچ کر کے اسی جگہ چلے آئے۔ بنو نضیر اور ان کے ساتھی تو بطحان میں آئے۔ لیکن قریظہ اور ہدل نے مہزور کو پسند کیا۔ یہ یہودی قبائل یثرب میں نبی اکرمؐ کی تشریف آوری کے وقت تک مقیم رہے۔ اور پھر یثرب جب مسلمانوں کا مرکز بنا تو مجبوراً ان کو وہاں سے نکلنا پڑا۔ [1]

حسان کے اجداد کی یثرب میں آمد حسان کے اجداد یعنی بنو ازد یمن میں مآرب کے بندھ کے ٹوٹ جانے کے بعد یثرب میں آکر آباد ہوگئے۔ یمن سے کئی قبیلے نکل کر مختلف جگہوں پر چلے گئے۔ بنو نصر بن ازد تو بلاد سراۃ عمان میں چلے گئے۔ بنو ثعلبہ بن عمرو مزیقیاء نے یثرب میں اقامت اختیار کی۔ انھیں کی نسل اوس وخزرج کے قبائل کہلاتے ہیں۔ اسی میں سے بنو حارثہ بن عمرو مکہ میں اترے۔ بعض کے نزدیک وہ خزاعہ سے ہیں۔ اسی طرح آل جفنہ بن عمرو نے اپنا ٹھکانا بلادِ شام میں بنایا۔ اور انھیں کو غسانہ کے نام سے پکارا جانے [2]

سدِ مارب کی بربادی کا واقعہ کب پیش آیا تو اس کے زمانے کے تعین میں مورخین کی رائیں مختلف ہیں۔ حمزہ اصفہانی تو اسے اسلام سے تقریباً چار سو برس پہلے کا بتلاتے ہیں۔ [3] لیکن یاقوت حموی اسے احباش کے دورِ حکومت کا بتلاتے ہیں۔ [4] اور زیادہ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کھدائی کے بعد جو آثار جنوبی بلادِ عرب میں پائے گئے ہیں اس سے اسی بات کا اندازہ [5] ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں گلاڈزر نے بڑی تحقیق کے بعد ایک کتبہ کے ذریعہ یہ پتہ چلایا ہے کہ بند کی بربادی ۵۴۳ قبل مسیح میں

---

[1] معجم البلدان ۴/۷۰۱۔ [2] سیرت ابن ہشام ۱/۳ و فتوح البلدان ۱/۱۶ و تاریخ ابن خلدون ۲/۱۰۱ و کامل ابن اثیر ۱/۲۶۷۔ [3] تاریخ سنی الملوک والارض صـ۱۳۶۔ [4] معجم البلدان ۴/۳۸۳
[5] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو زیدان کی تاریخ قبل الاسلام صـ۱۰۱ و تاریخ العرب حتی و زمیلہ ۱/۸۴۔
[6] تاریخ قبل الاسلام صـ۲۲۶ حتی وجرجی وجبور۔